قصة ذات عبر

(قصة وفاة أبي طالب)

ایک داستان عبرت

(ابو طالب کی وفات کا قصہ)

اعداد:

عبد الہادی عبد الخالق مدنی

داعیۃ المکتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالأحساء

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مقدمہ

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد:

قصوں اور داستانوں سے انسان کی دلچسپی نیز اس کی اثر انگیزی اور سبق آموزی کسی رد وقدح اور اختلاف کے بغیر ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ اللہ کا کلام قرآن مجید قصوں کی اہمیت پر شاہد عدل ہے۔ ارشاد ہے: {نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ} [يوسف:3] (ہم اس قرآن کو تمہاری طرف وحی کر کے بہترین پیرایہ میں واقعات اور حقائق تم سے بیان کرتے ہیں)۔ نیز ارشاد ہے: {لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ} [يوسف:111] (اگلے لوگوں کے قصوں میں عقل وہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے)۔

زیر نظر کتابچہ "ایک داستان عبرت" (ابوطالب کی وفات کا قصہ) درحقیقت سیرت نبوی بلکہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت عبرتناک واقعہ ہے۔ اس واقعہ پر کتابچہ ترتیب دینے کا محرک دراصل ناچیز کا وہ خطاب عام ہے جو مملکت

سعودی عرب کے ایک اہم اسلامی ودعوتی مرکز احساء اسلامک سینٹر کے وسیع لیکچرہال میں 15/جمادی اول 1431ھ مطابق 29/اپریل 2010ء بروز جمعرات کو ہوا۔ اس وقت اس کا عنوان تھا "ہدایت کا مالک اللہ ہے"۔ احساء اسلامک سینٹر سے وابستہ ہمارے ایک عزیز طالب علم محمد ابراہیم زین الدین مقدّم وفقہ اللہ نے اس تقریر کو کمپیوٹر پر لکھا، اللہ انھیں اپنے فضل خاص سے نوازے۔ آمین۔ ناچیز نے اس کا مراجعہ کیا اور اس دوران کافی ترمیم واصلاح اور حذف واضافے کئے حتی کہ عنوان بھی تبدیل کردیا۔

اللہ سبحانہ سے دعاہے کہ باری تعالی اسے خود میرے لئے اور اس کا مطالعہ کرنے والے تمام افراد کے لئے باعث ہدایت ونجات اور دنیاوآخرت میں نافع وکارآمد بنائے۔ اس کے مرتب اور اس کی نشرواشاعت میں معاون ہر فرد کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔اٹوابازار۔سدھارتھ نگر۔یوپی

داعی احساء اسلامک سینٹر ہفوف، سعودی عرب

1434ھ/2013ء

ایک داستان عبرت

(ابو طالب کی وفات کا قصہ)

ابو طالب کی وفات کا قصہ:

«سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد مسیب بن حزن رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کے پاس گئے، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے، میں اس کلمہ کو اللہ کے پاس آپ کے حق میں حجت بناؤں گا، اسی وقت ابو طالب سے ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا آپ عبد المطلب کا دین چھوڑ دیں گے؟ ایک طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے سامنے کلمہ پیش کرتے رہے دوسری

طرف وہ دونوں اپنی بات کہتے رہے حتی کہ آخری بات جو ان کی زبان سے نکلی وہ یہی تھی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں اور انھوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ نبی ﷺ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس وقت تک آپ کے لئے بخشش کی دعا مانگا کروں گا جب تک کہ روک نہ دیا جاؤں، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: {مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ} [التوبة: 113] [نبی کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ جہنمی ہیں]۔ نیز ابو طالب کے بارے میں اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر یہ آیت نازل کی: {إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ} [القصص: 56] [آپ جسے

چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے]۔»

حدیث مذکور صحیح بخاری([1]) اور صحیح مسلم([2]) کی متفق علیہ

([1]) صحیح بخاری میں یہ روایت متعدد مقامات پر ہے: كتاب مناقب الأنصار باب قصة أبي طالب (کتاب:٦٣ حدیث:٣٨٨٤)۔ كتاب تفسير القرآن باب قوله: {ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين} (کتاب:65 حدیث:4675)۔ كتاب تفسير القرآن باب قوله: {إنك لا تهدي من أحببت} (کتاب:65 حدیث:4772)۔ كتاب الجنائز باب إذا قال المشرك عند الموت: لا إله إلا الله (کتاب:23 حدیث:1360)۔ كتاب الأيمان والنذور باب إذا قال: والله لا أتكلم اليوم، فصلى، أو قرأ، أو سبح، أو كبر، أو حمد، أو هلل، فهو على نيته (کتاب:83 حدیث:6681)۔

([2]) صحیح مسلم كتاب الإيمان باب أول الإيمان قول لا إله إلا الله (کتاب:1 باب: 9 حدیث: 39 (24))۔

روایت ہے۔ صحیح مسلم کے الفاظ کی کاملیت وجامعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے عربی الفاظ پیش خدمت ہیں: عن ابن شهاب قال: أخبرني سعيد بن المسيب، عن أبيه، قال: لما حضرت أبا طالب الوفاة جاءه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فوجد عنده أبا جهل، وعبد الله بن أبي أمية بن المغيرة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يا عم، قل: لا إله إلا الله، كلمة أشهد لك بها عند الله "، فقال أبو جهل، وعبدالله بن أبي أمية: يا أبا طالب، أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه، ويعيدان له تلك المقالة حتى قال أبو طالب آخر ما كلمهم: هو على ملة عبد المطلب، وأبى أن يقول: لا إله إلا الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أما والله لأستغفرن لك ما لم أنه عنك»، فأنزل الله عز وجل: {ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم} [التوبة: 113]، وأنزل الله تعالى

في أبي طالب، فقال لرسول الله صلى الله عليه وسلم: {إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء وهو أعلم بالمهتدين}۔

ابو طالب کی وفات کا یہ واقعہ اپنے اندر درس و عبرت کے بہت سے خزانے رکھتا ہے، ان شاء اللہ ہم آگے الگ الگ عنوانات دے کر ان پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ پہلے آیئے ابو طالب کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

ابو طالب کا مختصر تعارف([3]):

نام و نسب: ابو طالب بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصي۔ قبیلۂ قریش کے مشہور خاندان بنوہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مشہور قول کے مطابق آپ کا نام عبد مناف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

([3]) تفصیل کے لئے دیکھئے: الاصابہ 7/196 (10175)۔ رحمۃ للعالمین 2/334۔ سیرت علی بن ابی طالب للصلابی (1/33-36)۔

وسلم کے سگے چچا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ کے سگے بھائی ہیں۔ ابو طالب اور عبد اللہ دونوں کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ہے۔

اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ابو طالب کی بیوی کا نام بھی فاطمہ ہے، فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ ان کو اللہ تعالی نے ایمان کی سعادت عطا فرمائی، چنانچہ مدینہ ہجرت کی اور وہیں وفات ہوئی۔

ابو طالب کے چار فرزند تھے: ایک طالب، دوسرے عقیل، تیسرے جعفر اور چوتھے علی اور دو صاحبزادیاں تھیں: ایک ام ہانی اور دوسری جمانہ۔ طالب کے سوا سب کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ابو طالب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پینتیس سال قبل پیدا ہوئے۔ عبد المطلب نے اپنی وفات کے وقت ابو طالب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت وپرورش کی وصیت کی تھی جسے ابو طالب نے بخوبی نبھایا۔ اعلان نبوت ورسالت کے بعد بھی اگرچہ خود اسلام

قبول نہ کیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آپ کی شان میں قصیدے بھی کہے۔ جب اہل مکہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کا اقتصادی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا اس وقت بھی ابو طالب نے اور ان کی وجہ سے پورے بنی ہاشم اور بنی مطلب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آپ کے ساتھ "شعب ابی طالب" کا حصار برداشت کیا۔

نبوت کے دسویں سال ابو طالب کی وفات ہوئی۔ اس وقت وہ اَسّی (80) سال سے اوپر کے ہو چکے تھے۔ ان کی وفات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی غم ہوا کیونکہ آپ نے ایک شفیق حمایتی اور ہمدرد وغمگسار چچا کو کھو دیا تھا۔

ابو طالب کے مختصر تعارف کے بعد اب ان کے قصۂ وفات کی عبرتوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

حق وباطل کی کشمکش:

ستیزہ کاررہاہے ازل سے تاامروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حق وباطل کی کشمکش اور ہدایت وضلالت کا تصادم ابتدائے آفرینش سے ہے۔ ایک طرف آدم اور ان کی اولاد ہے، دوسری جانب ابلیس اور اس کی اولاد ہے۔ یہ جنگ اور یہ معرکہ آرائی قدیم ہے۔ یہ اس کائنات میں سنت الہی ہے۔اس روئے زمین سے کلی طور پر کفر و شرک کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ اہل باطل اپنی طرف بلاتے رہیں گے اور سدا اہل حق کو اپنی طرف بلاتے رہنا چاہیئے۔ کفار ومشرکین، یہود ونصاری، منافقین واہل بدعت سب اپنی اپنی دعوت وتبلیغ میں سرگرم ہیں۔ ہماری ذرا بھی سستی اور غفلت باطل کو پھیلنے اور حق کے سمٹنے کا سبب ہو گی۔لہذاہر وقت بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {أُولَـٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} [البقرة: 221] [یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے، وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرمارہا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں]۔

ہدایت کا مالک صرف اللہ ہے:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ} [القصص: 56] [آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے]۔

اس آیت میں توحید کا اعلان ہے اور مقصد رسالت کا بیان بھی۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے : {وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ

مُّسْتَقِيمٍ} [الشوری: 52] [بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کررہے ہیں]۔

دونوں آیتوں میں بظاہر تعارض اور ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ لفظ ہدایت دو معنوں پر مشتمل ہے ایک ہدایت توفیق یعنی راستہ پر چلادینا اور دوسرا ہدایت بیان یعنی راستہ دکھادینا۔ ہدایت بیان ابتدا ہے اور ہدایت توفیق اس کی انتہا ہے۔ ہدایت بیان کا بندے کو اختیار ہے لیکن اسے انجام تک پہنچانا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہدایت توفیق کا مالک صرف اللہ تعالی ہے البتہ ہدایت بیان عام ہے، اللہ کی اجازت سے دوسرے بھی یہ عمل انجام دے سکتے ہیں۔

مذکورہ آیت سے ایک اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کچھ باتیں اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ بھی اللہ کے شریک نہیں ہیں مثلاً:

❶ ہدایت کو دل میں اتارنا صرف اللہ کا کام ہے۔ اللہ تعالی کا

ارشاد ہے: {لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ} [البقرة: 272] (انھیں ہدایت پر لا کھڑا کرنا آپ کے ذمہ نہیں بلکہ ہدایت اللہ تعالی دیتا ہے جسے چاہتا ہے)۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ اپنے ہر خطبہ میں اس بات کا اعلان کیا کرتے تھے «مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ»([4]). [جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں]۔

❷ گناہوں کو بخشنے والا صرف اللہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ} [آل عمران: 135] . [فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟]

([4]) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلاۃ والخطبة (کتاب:٧ باب: ١٣ حدیث: ٤٥ (٨٦٧)۔

❸ پیدا کرنا اور روزی دینا صرف اللہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ} [فاطر: 3] [لوگو! تم پر جو انعام اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں انہیں یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی پہنچائے؟ اس کے سوا کوئی حق معبود نہیں۔ پس تم کہاں الٹے جاتے ہو؟].

❹ فتح و غلبہ عطا کرنے والا صرف اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ} [آل عمران: 126] [فتح ونصرت تو اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے]۔

❺ غوث ہونا اور فریاد کو پہنچنا صرف اللہ کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ

لَكُمْ} [الأنفال: 9] [اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اس نے تمہاری فریاد سن لی]۔

متفق علیہ([5]) حدیث ہے: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اوپر اٹھائے اور فرمایا: «اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا». (اے اللہ! ہماری فریاد سن لے، اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما، اے اللہ! ہماری فریاد سن لے)۔

([5]) صحیح بخاری أبواب الاستسقاء باب الاستسقاء في خطبة الجمعة غير مستقبل القبلة (کتاب:۱۵ باب: ٦ حدیث: ۱۰۱۴)۔ صحیح مسلم کتاب صلاة الاستسقاء باب الدعاء في الاستسقاء (کتاب:۹ باب: ۲ حدیث: ۸ (۸۹۷)۔

وعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَرَبَهُ أَمْرٌ قَالَ: «يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ ».([6])

(انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف دہ معاملہ درپیش ہوتا تو یہ دعا کرتے: «يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ». (اے زندہ! اے سنبھالنے والے! میں تیری ہی رحمت سے فریاد کرتا ہوں)۔

❻ **نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔** اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا} [الرعد: 16] [آپ پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دیجئے! اللہ۔ کہہ دیجئے! کیا تم پھر بھی اس کے

([6]) سنن ترمذی أبواب الدعوات باب (کتاب:۴۵ باب:۹۲ حدیث: ۳۵۲۴)، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے]۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے خوب واضح الفاظ میں یہ اعلان فرمادیا کہ غیر اللہ تو خود اپنے بھلے برے اور نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں وہ کسی اور کے نفع ونقصان کے مالک کس طرح ہوسکتے ہیں!۔

❼ کائنات میں تصرف کا مالک صرف اللہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : {لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ} [آل عمران: 128] [اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں]۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء اور خاتم المرسلین ہونے کے باوجود جب اللہ کے سامنے کوئی اختیار نہیں رکھتے تو بھلا دوسرے لوگوں کی کیا اوقات ہوسکتی ہے!۔

❽ دعاؤں کا قبول کرنے والا صرف اللہ ہے۔ حتی کہ انبیاء ورسول کی دعائیں بھی اللہ چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کردے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ } [المنافقون: 6] [ان (منافقین) کے حق میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر گز نہ بخشے گا]۔

یاد رہے کہ بعض مولوی جو یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ دعا کریں کہ قیامت قائم نہ ہو تو قیامت قائم نہ ہو گی، یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ اللہ تعالی نے جس چیز کے واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے کسی کی دعا سے اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کی بخشش کی دعا کی، اللہ تعالی نے قبول نہیں کی، نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے نجات کی دعا کی، اللہ تعالی نے قبول نہیں کی، مخلوق میں سب سے افضل، اللہ کے حبیب و خلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے قدموں کے نیچے سارے اولیاء ہیں، آپ نے اپنے چچا ابو طالب کی بخشش کی دعا کی، اللہ تعالی نے قبول نہیں کی بلکہ ایسی دعا

مانگنے سے روک دیا۔ نیز فرمایا: {إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ} [التوبۃ: 80] (اے نبی! اگر آپ کفار ومنافقین کے لئے ستر بار بھی بخشش کی دعا کریں تو اللہ تعالی انہیں ہرگز نہیں بخشے گا)۔

❾ مریضوں کو شفاء دینے والا صرف اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرمایا: {وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ} [الشعراء: 80] [اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے وہ (اللہ تعالی ہی) شفاعطا فرماتا ہے]۔

❿ اولاد دینے والا صرف اللہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ} [الشورى: 49- 50]

[آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے]۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی بہت سی خصوصیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں حتی کہ ساری مخلوق میں سب سے افضل، اولاد آدم کے سردار، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ بھی نہیں، ایسے ہی اللہ تعالی کے کچھ حقوق بھی ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں جن میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی نہیں، جیسا کہ ارشاد ہے: {وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ} [النور: 52] [جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، اور اللہ کا خوف وخشیت اور اس کا تقوی وپرہیز گاری اختیار کریں، وہی نجات پانے

والے ہیں]۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت اللہ اور اس کے رسول کا مشترکہ حق ہے لیکن تقوی اور خشیت صرف اللہ کا حق ہے۔

ہم نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ اس آیت میں توحید کا اعلان ہے اور مقصد رسالت کا بیان بھی۔ توحید کا اعلان اور اس کی مختصر تشریح آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب آیئے مقصد رسالت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

مقصد رسالت:

جب ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو مختلف انداز میں مقصد رسالت کا بیان پاتے ہیں، آیئے چند آیات پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

1) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} [الشورى: 52] [بیشک آپ راہ راست کی

رہنمائی کررہے ہیں]۔

2) نیز ارشاد ہے: {إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى} [طه: 48] [(موسی اور ہارون علیہما السلام نے فرعون سے اپنی نبوت ورسالت کا مقصد بتلاتے ہوئے کہا) ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے اور روگردانی کرے اس کے لئے عذاب ہے]۔

3) نیز ارشاد ہے: {يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ * قُمْ فَأَنْذِرْ * وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ * وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ * وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ * وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ * وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ} [المدثر: 1 - 7] [اے کپڑا اوڑھنے والے، کھڑا ہو جا اور آگاہ کردے، اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر، اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر، ناپاکی کو چھوڑ دے، اور احسان کرکے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر، اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر]۔

4) نیز ارشاد ہے: {أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ } [السجدة: 3] (کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ (نہیں نہیں) بلکہ یہ تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ انہیں ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں)۔

5) نیز ارشاد ہے: {لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ} [یس: 6] (تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے تھے، سو (اسی وجہ سے) یہ غافل ہیں)۔

6) نیز ارشاد ہے: {ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ} [النحل: 125] (اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت

اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے)۔

7) نیز ارشاد ہے: {يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ} [المائدة: 67] (اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا)۔

مذکورہ آیات کو دیکھنے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مقصد رسالت اور کار نبوت کیا ہے؟

کسی نبی کا کام یہ ہے کہ وہ صراط مستقیم کی رہنمائی کرے یعنی سیدھا

راستہ بتائے۔ نہ ماننے والوں، انکار کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے، ہمیشہ اللہ کی طرف بلاتا رہے، اللہ کی باتوں اور اس کے حکموں کو لوگوں تک پہنچاتا رہے اور انکار کے انجام بد سے آگاہ اور خبردار کرتا رہے۔ کوئی شخص نبی پر ایمان لائے نہ لائے، ہدایت پائے نہ پائے، نبی کا کام پورا ہے کیونکہ ہدایت کا مالک تو اللہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے: {مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا } [الكهف: 17] [اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کردے ناممکن ہے کہ آپ اس کا کوئی کارساز اور رہنما پا سکیں]۔

نیز ارشاد ہے: {إِنْ تَحْرِصْ عَلَى هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ } [النحل: 37] [گو آپ ان کی ہدایت کے خواہش مند رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کر دے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے]۔

نیز ارشاد ہے: {فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ} [الأنعام: 125] [سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے]۔

نیز ارشاد ہے: {وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ } [المائدة: 41] [اور جس کا خراب کرنا اللہ کو منظور ہو تو آپ اس کے لئے الٰہی ہدایت میں سے کسی چیز کے مختار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان

کے دلوں کو پاک کرنے کا نہیں، ان کے لئے دنیا میں بھی بڑی ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑی سخت سزا ہے]۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ بات پوری طرح واضح اور عیاں ہے کہ ہدایت کا مالک و مختار فقط اللہ ہے وہ جسے چاہے صراط مستقیم کی ہدایت دے اور جسے چاہے راہ راست سے گمراہ کرے۔

جب اللہ تعالی نے ہدایت نہیں دینی چاہی تو ابراہیم علیہ السلام کے والد کو ہدایت سے محروم کر دیا۔ نوح علیہ السلام کے فرزند کو ہدایت نہیں دی۔ آخری نبی، سید الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کے بہت سے قریبی رشتہ داروں کو ہدایت نہیں دی۔ آپ کے چچا ابولہب اور دوسرے قریب ترین چچا ابوطالب جو نہ صرف چچا بلکہ آپ سے بے حد محبت کرنے والے اور حمایتی بھی تھے ان کو بھی ہدایت نہیں دی۔

لیکن جب اللہ تعالی نے کسی کو ہدایت دینا چاہا تو ایسے لوگوں کو بھی نعمت ہدایت سے سرفراز فرمایا جو قریش تو دور کی بات ہے عرب میں سے بھی نہیں تھے، سلمان فارسی کو ہدایت ملی، بلال حبشی کو ہدایت

ملی، صہیب رومی کو ہدایت ملی۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

اللہ کی حکمت جسے چاہا ہدایت سے نوازا اور جسے چاہا اس سے محروم کر دیا۔ انصار مدینہ کو ہدایت ملی اور صنادید مکہ اس سے محروم رہے۔ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ ہدایت سے فیضیاب ہوئے، اور خود ابو جہل کو ہدایت نہیں ملی، عبداللہ بن ابی منافق کے فرزند ہدایت سے سرفراز ہوئے اور خود عبداللہ بن ابی اس سے محروم رہا۔ سچ ہے: {إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ} [القصص: 56] [آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے]۔

دعوت ایک جہد مسلسل

اللہ کی طرف ہمیشہ دعوت دیتے رہنا چاہیے۔ نبی ﷺ دعوت ہی کی خاطر اپنے قریب المرگ چچا کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ کوئی قبول کرے نہ کرے ہمیں اکتاہٹ، جھنجھلاہٹ اور مایوسی کا شکار ہوئے بغیر اپنے دعوتی عمل میں مشغول رہنا چاہیے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم کو 950 سال تک اللہ کی طرف بلاتے رہے، ان میں ہمارے لئے بہترین اسوہ ہے۔ اگر ہماری دعوت قبول کرلی جاتی ہے الحمدللہ اور اگر قبول نہ کی گئی تو ہمیں اجروثواب مل گیا اور مدعو پر حجت قائم ہوگئی۔

داعی کو دعوت کا کام بطور عبادت کرتے رہنا چاہیے، لوگوں کو نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے میں پیہم لگے رہنا چاہیے خواہ کوئی اس کی بات قبول کرے یا نہ کرے، دعوت دینا داعی کی ذمہ داری ہے اور دعوت کو قبول کرنا دوسروں کی ذمہ داری ہے، ہر کسی سے

صرف اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہو گا۔ داعی سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ لوگوں نے تمھاری دعوت کیوں نہیں قبول کی۔ البتہ اگر اس نے دعوت نہیں پہنچائی، نیکی کا حکم نہیں دیا اور برائی سے نہیں روکا تو ضرور اس سے سوال ہو گا۔

دعوت بستر مرگ پر

ابو طالب بستر مرگ پر صاحب فراش ہیں، اللہ کے رسول ان کو توحید کی دعوت دینے کے لئے پہنچتے ہیں، آپ ہر گز ایسا نہیں سوچتے کہ آخری وقت دعوت دینے کا کیا فائدہ، جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

زندگی ساری کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

آخری وقت میں مسلمان ہو جانا معیوب نہیں بلکہ عیب کی بات تو یہ ہے کہ آخری وقت میں بھی انسان مسلمان نہ ہو۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک یہودی بچہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دفعہ بیمار ہوا، آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اس کے سرھانے بیٹھے اور فرمایا: "مسلمان ہو جا" اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے اپنے باپ پر سوالیہ نظر ڈالی، باپ نے کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے: «الحمد لله الذي أنقذه من النار[7]»(ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے جس نے اسے جہنم سے آزاد فرمادیا)۔

---

(7) صحیح بخاری كتاب الجنائز باب إذا أسلم الصبي فمات، هل يصلى عليه، وهل يعرض على الصبي الإسلام(کتاب:23حدیث: 1356)۔

کلمۂ شہادت اسلام کا دروازہ

جو شخص کلمہ کا زبان سے اقرار کرلے اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا۔ پھر اگر اس سے اسلام سے خارج کردینے والا کوئی قول یا عمل صادر ہوتا ہے تو شروط وموانع کو دیکھ کر فیصلہ ہو گا۔ اگر کلمہ گو شخص دل سے بھی اس کلمہ کی تصدیق کرتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بھی مسلمان ہو گا جسے ہم سچا مسلمان سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ اگر دل سے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا صرف زبان سے کلمہ پڑھ لیا تو اسے ظاہری طور پر مسلمان تو مانا جائے گا لیکن در حقیقت وہ منافق ہو گا۔

خاتمہ پر دارومدار

اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے ۔ ابوطالب پوری زندگی کفر وشرک پر قائم رہے اگر انھوں نے موت سے قبل کلمہ پڑھ لیا ہوتا تو انھیں مسلمان تسلیم کیا جاتا۔ اس مسئلہ کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

«إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا»([8]). «تم میں سے کوئی جنت والوں کا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت اور اس کے بیچ صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، تو اس کی کتاب (تقدیر) آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ جہنم والوں کا عمل کرنے لگتا ہے پھر جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی جہنم والوں کا عمل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جہنم اور اس کے بیچ صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے، پھر اس کی کتاب (تقدیر) آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ جنت والوں کا عمل کرنے لگتا ہے، پھر جنت میں داخل ہو جاتا ہے»۔

([8]) متفق علیہ، صحیح بخاری كتاب القدر باب في القدر (کتاب:۸۲ باب: ۱ حدیث: ۶۵۹۴۔ صحیح مسلم كتاب القدر باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله وعمله وشقاوته وسعادته (کتاب:۴۶ باب: ۱ حدیث: ۱ (۲۶۴۳)۔

توبہ کا وقت

آپ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا: «اے چچا! لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے، میں اسے آپ کے حق میں اللہ کے پاس حجت بناؤں گا»۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لینے سے جنت میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ غرغرہ کا وقت تھا اور اس وقت توبہ کی قبولیت کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ظالم فرعون کا قصہ دیکھئے کہ غرق ہونے کے وقت جب اس نے ایمان کا اعلان کیا تو اللہ تعالی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ تو اہل فساد میں سے تھا۔ ﴿آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾ یونس: ۹۱ [(جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا]۔

برے ساتھیوں کا نقصان

برے دوستوں کی صحبت سے دور رہنا چاہئے۔ برے ہمنشینوں ہی نے ابوطالب کو کلمہ پڑھنے سے بار بار ٹوکا یہاں تک کہ وہ

کلمہ کا اقرار کئے بغیر دنیا سے کوچ کر گئے۔

دین اسلام نے اچھی صحبت اختیار کرنے اور بری صحبت سے دور رہنے کی نہ صرف تعلیم بلکہ ترغیب دی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «لا تُصَاحِبْ إلاَّ مُؤْمِناً، وَلاَ يَأْكُلْ طَعَامَكَ إلاَّ تَقِيٌّ»([9])۔ [صرف ایمان والوں کی صحبت اختیار کرو اور صرف پرہیز گاروں کو کھانا کھلاؤ]۔

نیز ارشاد ہے: «الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ

([9]) سنن ابوداود كتاب الأدب باب من يؤمر أن يجالس (کتاب: 40 باب: 19 حدیث: 4832)، سنن ترمذی أبواب الزهد باب ما جاء في صحبة المؤمن (کتاب: 34 باب: 55 حدیث: 2395)، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

مَنْ يُخَالِلُ»([10])- [آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہذا تم میں سے کوئی جب کسی سے دوستی کرنا چاہے توخوب غور وفکر کرلے]۔

نیز ارشاد ہے: «إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ، وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً»([11]). [نیک

([10]) سنن ابوداود كتاب الأدب باب من يؤمر أن يجالس (کتاب: 40 باب:19 حدیث:4833)، سنن ترمذی أبواب الزهد باب (کتاب:34 باب :45 حدیث:2378)، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

([11]) متفق علیہ، صحیح بخاری كتاب البيوع باب في العطار وبيع المسك (کتاب:۳۴ باب: ۳۸ حدیث: ۲۱۰۱)۔ نیز كتاب الذبائح والصيد باب المسك (کتاب :۷۲ باب : ۳۱ حدیث : ۵۵۳۴)۔ صحیح مسلم كتاب البر والصلة والآداب باب استحباب مجالسة الصالحين، ومجانبة قرناء السوء (کتاب:۴۵ باب: ۴۵ حدیث: ۱۴۶ (۲۶۲۸)۔

ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی۔ مشک والا یا تو تجھے یونہی تحفہ کے طور پر سونگھنے کو دیدے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا تو اس سے اچھی خوشبو پائے گا اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا یا تجھے بری بو سونگھنی پڑے گی]۔

اہل بدعت کی تردید

اس حدیث سے ان اہل بدعت کی تردید ہوتی ہے جن کا یہ دعوی ہے کہ ابوطالب مسلمان تھے۔ ابوطالب کا دین وہی تھا جو ان کے باپ عبدالمطلب کا دین تھا کیونکہ وفات سے پہلے آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہی تھا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں۔ نبی ﷺ کے والد عبداللہ اور والدہ آمنہ کا دین بھی عبدالمطلب ہی کا دین تھا۔ اور یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور پھر وہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور پھر دوبارہ ان کو موت

ہوئی تو اس حدیث کو کسی قابل ذکر محدث نے صحیح قرار نہیں دیا اور سارے معتبر علمائے دین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ بالکل گڑھی ہوئی اور جھوٹی بات ہے، کسی بھی دیندار شخص سے اس کا جھوٹ چھپ نہیں سکتا، کیونکہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہوتا اور اس کا زبردست چرچا ہوتا۔ حدیث کی معتمد کتابوں، صحاح وسنن اور مسانید میں اس کا تذکرہ ہوتا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر یہ روایت اللہ کی کتاب اور صحیح سنت رسول اور اجماع کے بھی خلاف ہے۔ ارشاد باری ہے: {وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا} [النساء: 18] [ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی، اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں، یہی

لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے]۔

اس آیت میں صاف طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ جو شخص کفر کی حالت میں مر جائے اس پر توبہ نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے، انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس کے والد کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ "جہنم میں" جب وہ پلٹ کر جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا: «إن أبي وأباك في النار»([12]). [بے شک میرے والد اور تیرے والد جہنم میں ہیں]۔

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ کی ماں کی قبر

([12]) صحیح مسلم کتاب الإيمان باب بيان أن من مات على الكفر فهو في النار، ولا تناله شفاعة، ولا تنفعه قرابة المقربين (کتاب:۱ باب:۸۸ حدیث: ۳۴۷ (۲۰۳)۔

کی زیارت کی اجازت دی گئی لیکن دعائے مغفرت کی اجازت نہیں دی گئی۔ مکمل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ، فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ، فَقَالَ: «اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ»([13]). [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اردگرد لوگوں کو بھی رلا دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کیلئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ اور میں نے قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے

([13]) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب استئذان النبي صلى الله عليه وسلم ربه عز وجل في زيارة قبر أمه (کتاب:۱۱ باب: ۳۶حدیث : ۱۰۸ (۹۷۶)۔

اجازت دیدی گئی۔ لہٰذا تم قبروں کی زیارت کیا کرو، یہ موت کی یاد دلاتی ہیں]۔

صحیح حدیث ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوطالب کی وفات کے بعد نبی ﷺ سے کہا کہ آپ کے بوڑھے اور گمراہ چچا کی موت ہو چکی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اپنے باپ کو مٹی کے نیچے دبادو اور اس کے بعد کچھ نہ کرنا سیدھا میرے پاس آنا۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جاکر انھیں مٹی کے نیچے دفن کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور میرے لئے دعا فرمائی چنانچہ میں نے غسل کیا۔ حدیث کے عربی الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه ، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ، قَالَ: «اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ، ثُمَّ

لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا، حَتَّى تَأْتِيَنِي» فَذَهَبْتُ فَوَارَيْتُهُ وَجِئْتُهُ فَأَمَرَنِي فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي.([14])

کلمۂ توحید کا تقاضا

اس حدیث سے یہ عظیم الشان مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ اس کلمہ کے اقرار سے یہ بات لازم آتی ہے کہ غیر اللہ کی عبادت ترک کرنی ہوگی۔ زبانی اقرار کافی نہیں بلکہ عملی اقدام کرنا ہوگا۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی یہ بات خوب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہی عبدالمطلب کا دین چھوڑنا ہوگا۔ یہ صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے تقاضے پر عمل کرنا ہوگا، اللہ کے سوا ہر معبود سے اپنی بیزاری ولاتعلقی کا اعلان کرنا ہوگا۔ اسی لئے انھوں نے ابوطالب کو یہ کلمہ نہیں پڑھنے دیا۔

([14]) سنن ابی داود کتاب الجنائز باب الرجل یموت له قرابة مشرك (کتاب:۲۰ حدیث:۳۲۱۴)، سنن نسائی کتاب الجنائز باب مواراة المشرك (کتاب:۲۱ حدیث:۲۰۰۶)، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ کے بہت سے کلمہ گو اس بات کو نہیں سمجھتے ، وہ لا الہ الا اللہ بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی غیر اللہ کو بھی پکارتے ہیں۔ یا علی مدد، یا حسین مدد، یا غوث مدد کے بھی نعرے لگاتے ہیں۔ اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مُردوں کے لئے جانور قربان کرتے ہیں۔ مُردوں سے دعا اور فریاد کرتے ہیں۔ قبروں کا طواف بھی کرتے ہیں۔ غیر اللہ کی قسمیں بھی کھاتے ہیں۔ تعویذ اور گنڈے پہنتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

قلبی معرفت کافی نہیں

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ محض معرفت اور عقیدہ کو ایمان کہتے ہیں، اس کے ساتھ عمل کی ضرورت نہیں سمجھتے، ان کی بات غلط ہے۔ ایسا عقیدہ اہل بدعت مرجئہ کا ہے۔ اس حدیث میں مرجئہ کی تردید ہے۔ ابوطالب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بخوبی معرفت تھی، لیکن انھوں نے اسے عملی طور پر تسلیم

نہیں کیا، اس لئے وہ اہل ایمان میں شامل نہیں ہوئے۔ اللہ تعالی نے مشرکین سے متعلق ارشاد فرمایا: {فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ} [الأنعام: 33] (یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں)۔

ابوطالب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کو خوب اچھی طرح جانتے تھے بلکہ اپنے اشعار میں انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

ولقد علمت أن دين محمّد ....من خير أديان البرية ديناً

لو لا الملامة أوحذار مسبة ....لرأيتني سمحاً بذاك مبيناً

والله لن يصلوا إليك بجمعهم....حتى أوسد في التراب دفيناً([15])

(مجھے معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اس روئے زمین کا سب سے بہتر دین ہے۔ اگر لوگوں کی ملامت اور عیب جوئی کا اندیشہ نہ

([15]) دلائل النبوۃ للبیہقی 2/188

ہوتا تو میں کھل کر اسے قبول کرلیتا۔ اللہ کی قسم! وہ لوگ اپنے تمام لشکروں کے باوجود آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ پہلے مجھے مٹی کے نیچے دفن نہ کر دیا جائے)۔

ان اشعار میں جو بات کہی گئی ہے کہ قومی تعصب اور لوگوں کی ملامت کا ڈر نہ ہوتا تو وہ دین اسلام کو قبول کر لئے ہوتے یہی بات تقریباً اس حدیث میں بھی ہے۔

مشرکوں کے لئے دعاء مغفرت کی ممانعت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کے لئے دعاء مغفرت درست نہیں خواہ وہ کتنے ہی قریبی رشتہ دار اور عزیز کیوں نہ ہوں۔ اس سے متعلق قرآن مجید کی آیت گذر چکی ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دینی رشتہ ہر رشتہ سے بڑھ کر ہے۔

تقلید کی مذمت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین کے معاملہ میں اپنے آباء واجداد کی تقلید اور تعصب کے بجائے دلیل اور طریقۂ رسول کی پیروی کرنی چاہیے۔ ابوطالب کے برے خاتمہ کا ایک اہم سبب یہی بنا کہ وہ اپنے باپ عبدالمطلب کی تقلید چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ باپ دادا کی تقلید وہ ملعون اور بدترین حجت ہے جس کا سہارا رسولوں کی بات کو ٹھکرانے کے لئے تمام اگلے پچھلے کافروں نے لیا۔ ارشاد باری ہے :

{وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ * قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدَى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ * فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ} [الزخرف:23 - 25] (اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی

میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو (ایک راہ پر اور) ایک دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں (نبی نے) کہا بھی کہ اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہت بہتر (مقصود تک پہنچانے والا) طریقہ لے آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کے منکر ہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور دیکھ لے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟)

ابراہیم علیہ اسلام کی قوم نے بھی اسی تقلید آباء کی ملعون حجت کا سہارا لیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ * إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ * قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ * قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ * أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ * قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ} [الشعراء: 69 - 74] (انہیں ابراہیم (علیہ

السلام) کا واقعہ بھی سنادو جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ عبادت کرتے ہیں بتوں کی، ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟ یا تمہیں نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں انہوں نے کہا یہ (ہم کچھ نہیں جانتے) ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا)۔

اسی ملعون حجت تقلید کا سہارا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی لیا۔ {قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا} [یونس:78] (وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے)۔

اسی ملعون حجت کا سہارا اہل مکہ نے بھی لیا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: {وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ} [البقرة: 170] (اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں)۔

ایمان و عمل کے بغیر رشتے بے کار ہیں

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس خود اپنا ایمان اور عمل نہیں ہے تو کسی اور کی شفاعت، کسی اور کا وسیلہ، کسی اور سے نسبت اس کے کام نہیں آسکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: «وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ

نَسَبُهُ»([16]). (جس کا عمل اسے پیچھے کردے اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جاسکتا)۔

اللہ کے نزدیک بندوں کا مقام ان کے عمل وکردار اور تقوی کے ذریعہ متعین ہوتا ہے، ان کے حسب ونسب سے نہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا﴾ الاحقاف:١٩ [اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے]۔

نوح علیہ السلام کے نافرمان بیٹے کو نبی کی رشتہ داری کام نہ آسکی اور طوفان میں غرقاب ہوگیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے والد ایمان نہ لانے کی بنا پر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ محمد ﷺ کے چچا ابوطالب شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے داخل جہنم ہوں گے۔

([16]) صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر (کتاب:48 باب:11 حدیث:38 (2699)۔

اپنے حسب ونسب اور رنگ ونسل پر غرور ایک فریب ہے جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں۔ دل کی صفائی اور عمل کی اصلاح ہی آخرت میں کام آنے والی چیز ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ الحجرات: ۱۳ [اللہ کے نزدیک تم سب میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے]۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں: «إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ([17])» «اللہ تعالی تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے»۔

([17]) صحیح مسلم كتاب البر والصلة والآداب باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره ودمه، وعرضه، وماله (کتاب:45 باب:10 حدیث:34 (2564)۔

آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل کو ہدایت پر نہ لا سکے، نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو غرق ہونے سے نہ بچا سکے، ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو جنت میں نہ لے جا سکے تو پھر کس ولی اور کس پیر فقیر کی مجال ہے کہ وہ کسی کو اذن الٰہی کے بغیر بخشوا سکے یا جنت میں لے جا سکے۔

یاد رہے کہ کسی کی دعا اور شفاعت سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کے اندر اس کی شرطیں مکمل ہوں اور جو موانع سے محفوظ ہو۔ مثال کے طور پر اگر کسی کافر کے لئے جہنم سے نجات کی دعا کی جائے یا بخشش کی دعا کی جائے یا جہنم سے نجات اور بخشش و مغفرت کے لئے شفاعت کی جائے۔ خواہ شفاعت اور دعا کرنے والا اللہ کے یہاں کتنا ہی عظیم مقام و مرتبہ رکھتا ہو۔ اس کی یہ دعا اور شفاعت قبول نہیں ہو گی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم خلیل اللہ سے بڑھ کر اللہ کے پاس شفاعت کرنے والا اور کون ہو گا؟ جب ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے باپ کی مغفرت کے لئے دعا کی اور کہا ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ

يَقُومُ الْحِسَابُ﴾[إبراھیم: 41] (اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے) تو اللہ تعالی نے ان کا عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ [التوبۃ: 114] (اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے، واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے)۔

اور صحیح بخاری میں(18) یہ حدیث موجود ہے کہ « ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد آزر سے ملیں گے اور حالت یہ ہو گی کہ چہرے پر سیاہی اور غبار ہو گا، ابراہیم علیہ السلام کہیں گے، کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کیجئے، وہ کہیں گے کہ آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا، آج اس رسوائی سے بڑھ کر کون سی رسوائی ہو گی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں، اللہ تعالی فرمائے گا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم تمہارے پیروں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک بجوّ خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہو گا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں

(18) صحیح بخاری كتاب أحاديث الأنبياء باب قول الله تعالى: {واتخذ الله إبراهيم خليلا} (کتاب:60 باب: 10 حدیث: 3350)۔

ڈال دیا جائے گا»۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق یہ بات گذر چکی ہے کہ آپ کو اپنے چچا ابوطالب بلکہ اپنی حقیقی والدہ کے حق میں دعائے مغفرت کرنے سے اللہ تعالی نے منع کر دیا۔

صحیح مسلم میں(19) یہ حدیث بھی ہے کہ جب آیت {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} [الشعراء: 214] نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے پورے قریش کو بلایا جب سب اکٹھا ہو گئے تو خطاب عام فرمایا اور کچھ لوگوں کو خصوصی طور پر بھی مخاطب کیا۔ «اے بنو کعب بن لوی! اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اے بنو مرہ بن کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اے بنو عبد شمس! اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اے بنو عبد مناف! اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اے بنو عبد المطلب!

---

(19) صحیح مسلم كتاب الإيمان باب في قوله تعالى: {وأنذر عشيرتك الأقربين} (کتاب: 1 باب: 89 حدیث: 348 (204)۔

اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اے فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچالو۔ میں اللہ کے سامنے تمھارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، لیکن جو رشتہ داریاں ہیں میں ان کی تراوٹ اور نمی کو باقی رکھوں گا»۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، «اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو اللہ سے بچالو میں تمھیں اللہ سے کچھ بھی نہیں بچاسکتا، اے بنو عبدالمطلب، میں اللہ کے یہاں تمھارے کچھ کام نہیں آسکتا، اے عباس بن عبدالمطلب میں اللہ کے یہاں تمھارے کچھ کام نہیں آسکتا، اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی میں اللہ کے یہاں تمھارے کچھ کام نہیں آسکتا، اے فاطمہ رسول اللہ کی بیٹی، میرے مال میں سے جو مانگنا ہے مانگ لو، میں اللہ کے یہاں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا([20])»۔

([20]) صحیح مسلم کتاب الإیمان باب في قوله تعالى: {وأنذر عشيرتك الأقربين} (کتاب:1 باب:89 حدیث: 351 (206)۔

صحیحین([21]) کی حدیث ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور مال غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا اور اس کی سنگینی اور خطرناکی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: «کل قیامت کے دن ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اپنے کندھوں پر بلبلاتے ہوئے اونٹ کو لاد کر لائے اور کہے کہ اے اللہ کے رسول میری مدد کیجئے تو میں کہہ دوں گا کہ میں تمہارے لئے کسی بھی چیز کا مالک نہیں، میں نے تو تمھیں پہنچا دیا تھا، ایسا نہ ہو کہ کوئی ہنہناتے ہوئے گھوڑے کو کندھے پر لاد کر لائے اور کہے اللہ کے رسول میری مدد کیجئے، تو میں کہہ دوں: میں تیرے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، میں نے تو تجھے دنیا میں بتا دیا تھا، ایسا نہ ہو کہ کوئی ممیاتی ہوئی بکری کو کندھے پر لاد کر لائے اور کہے کہ اے اللہ کے رسول

([21]) صحیح بخاری کتاب الجهاد والسير باب الغلول (کتاب:56 حدیث:3073)۔ صحیح مسلم کتاب الإمارة باب غلظ تحريم الغلول (کتاب:33 باب:6 حدیث: 24 (1831)۔

میری مدد کیجئے تو میں کہہ دوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تو تبلیغ کر دی تھی، ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص پھڑ پھڑاتے ہوئے کپڑوں کو اپنے کندھوں پر لاد کر لائے اور کہے کہ اے اللہ کے رسول میری مدد کیجئے تو میں کہوں گا کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تو تجھے خبردار کر دیا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص قیامت کے دن خاموش سونے چاندی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے اور کہے کہ اے اللہ کے رسول میری مدد کیجئے تو میں کہہ دوں کہ میں تیرے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تو تجھے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا»۔

ہدایت طلبی کے لئے دعائیں

ہدایت کی توفیق اللہ کا فضل و کرم اور اس کا انعام واحسان ہے چنانچہ ایک مؤمن کو ہدایت کی توفیق پر ہمیشہ اللہ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ اہل جنت کی زبانوں پر جنت میں داخل ہوتے ہوئے حمد کا یہ نغمہ ہوگا: {الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِی هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا

أَنْ هَدَانَا اللَّهُ} [الأعراف: 43]. (اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بکثرت پڑھنا ثابت ہے۔

وَاللَّهِ لَوْلاَ اللَّهُ مَا اهْتَدَيْنَا، وَلاَ تَصَدَّقْنَا وَلاَ صَلَّيْنَا،

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا، وَثَبِّتِ الأَقْدَامَ إِنْ لاَقَيْنَا ([22])

(اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے، نہ صدقہ کر سکتے، نہ صلاۃ ادا کر سکتے، اے اللہ ہم پر سکینت کا نزول فرما، اور مڈ بھیڑ ہونے کی صورت میں ہمیں ثابت قدمی عطا فرما)۔

([22]) متفق علیہ، صحیح بخاری كتاب الجهاد والسير باب حفر الخندق (کتاب:٥٦ باب:٣٤ حدیث:٢٨٣٧)۔ صحیح مسلم كتاب الجهاد والسير باب غزوة الأحزاب (کتاب:٣٢ باب:٤٤ حدیث: ١٢٥ (١٨٠٣))۔

اتنا ہی نہیں کہ ہم ہدایت کی توفیق پر اللہ کا شکر گذار رہیں بلکہ ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ اللہ تعالی سے مزید ہدایت کے سوالی اور طلبگار رہیں۔ اس سے ہدایت طلبی کی دعائیں اور التجائیں کرتے رہیں۔ اس کے لئے سب سے بہترین اور شاندار دعا وہی ہے جو ہمیں اللہ تعالی نے خود سکھائی ہے: {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ} [الفاتحة: 6]۔اور جسے پنجوقتہ صلاۃ ہی نہیں بلکہ ہر فرض ونفل میں اللہ تعالی نے پڑھنا لازمی قرار دیا ہے اور یہ وہ عظیم المرتبت دعا ہے کہ اگر کسی صلاۃ میں اس کا پڑھنا چھوٹ جائے تو وہ صلاۃ درجہ کمال سے نیچے گر کر ناقص وناتمام [خداج[23]] ہوجاتی ہے بلکہ غیر مقبول ونادرست ہوجاتی

([23]) اس لفظ سے مندرجہ ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ» ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ....الخ [صحيح مسلم ،كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة،

ہے[24]۔

ہدایت طلبی کے لئے ایک دعا وہ بھی ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے اور قیام اللیل فرماتے تھے تو اپنی صلاۃ کا آغاز اسی دعا سے کرتے۔ آپ فرماتے : «اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ

وإنه إذا لم يحسن الفاتحة، ولا أمكنه تعلمها قرأ ما تيسر له من غيرها، (کتاب:۴باب:۱۱حدیث: ۳۸ (۳۹۵)۔

([24]) جیسا کہ حدیث ہے: «لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب» (اس شخص کی صلاۃ [نماز] نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی)۔ متفق علیہ ، صحیح بخاری كتاب الأذان باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها، في الحضر والسفر، وما يجهر فيها وما يخافت (کتاب:10 حدیث:756)۔ صحیح مسلم كتاب الصلاة باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، وإنه إذا لم يحسن الفاتحة، ولا أمكنه تعلمها قرأ ما تيسر له من غيرها (کتاب:4 باب:11 حدیث: 34 (394)۔

وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيْهِ يَخْتَلِفُونَ، اِهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ»([25]). [اے اللہ! جبرائیل ومیکائیل واسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غائب وحاضر کے جاننے والے، اپنے بندوں کے اختلافی امور میں تو ہی فیصلے کرتا ہے، اختلافی امور میں اپنے حکم سے مجھے حق کی ہدایت نصیب فرما۔ بے شک تو ہی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرماتا ہے]۔

ابو ذر رضی اللہ سے مروی یہ عظیم الشان حدیث قدسی بھی ہمیں یادرکھنی چاہیئے جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «يَا عِبَادِيْ!

([25]) [صحیح مسلم ،كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه،(کتاب:٦ باب:٢٦ حدیث:٢٠٠ (٧٧٠)۔

كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُوْنِي أَهْدِكُمْ، .....». [اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں، سو مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمھیں ہدایت دوں گا] ([26])۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ یہ دعا بکثرت پڑھا کرتے تھے۔ «يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ»([27]) (اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جمادے)۔

([26]) [صحیح مسلم ،كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، (کتاب:۴۵باب:۱۵حدیث:۵۵ (۲۵۷۷)۔ اس حدیث کی تفصیلی شرح دیکھنے کے لئے ہماری کتاب شرح اربعین نووی کا مطالعہ کریں۔

([27]) [سنن ترمذی،أبواب القدر، باب ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن، (کتاب:۳۰باب:۷حدیث:۲۱۴۰)۔ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔[سلسلہ صحیحہ ۵/۱۲۶/۲۰۹۱]۔

تقدیر معصیت کے لئے حجت نہیں

«ہدایت کا مالک اللہ ہے» اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہدایت اللہ کا انعام ہے، اس سے قطعی طور پر اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ اگر ہدایت وضلالت کا مالک اللہ ہے تو عذاب وثواب کیوں ہے؟

ایمان والے وہ لوگ ہیں جو تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے حکموں کی تعمیل کرتے ہیں اور تقدیر پر صبر کرتے ہیں۔ ایمان والوں کا اس بات پر یقین ہے کہ اس روئے زمین پر جو بھی مصیبت نازل ہوتی ہے یا وہ خود کسی مصیبت کا شکار ہوتے ہیں تو وہ ان کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے اور جو کچھ ان کے ساتھ ہوا ایسا ممکن نہیں تھا کہ نہ ہوتا اور جو کچھ ان کے ساتھ نہیں ہوا ایسا ممکن نہ تھا کہ ہو جاتا، وہ اپنا سارا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں اور ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ جب اللہ کا حکم آتا ہے فوراً اس کی تعمیل میں جٹ جاتے ہیں اس کی اطاعت و فرماں برداری میں لگے رہتے ہیں، خوف و امید کے ساتھ اس سے دعائیں

کرتے ہیں، اس کے متعین کردہ حدود کی حفاظت کرتے ہیں، اس کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ تقدیر کے مسئلہ میں تین جماعتیں گمراہ ہو گئیں۔

1) وہ جماعت جنھوں نے پوری طرح تقدیر کا انکار کر دیا۔ ان کا کہنا یہ ہے:

کتاب زندگی کے دو ورق ہیں جنت و دوزخ

عمل جس پر کرے انساں وہی تقدیر بن جائے

ایسے لوگوں نے پورے اسلام کو قبول نہیں کیا، کچھ حصہ پر ایمان لائے اور کچھ کا انکار کر دیا۔ اس گروہ کو اہل علم قدریہ کے نام سے جانتے ہیں۔

2) تقدیر کے مسئلہ میں گمراہی کا شکار وہ جماعت بھی ہے جو تقدیر پر ایمان تو رکھتی ہے لیکن اس کی بنا پر شریعت کا انکار کر دیتی ہے۔ یہ بھی پورے دین پر ایمان نہیں لاتے ۔ تقدیر پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی بنا پر بندے کو مجبور محض بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی گنہگار قابل ملامت

نہیں کیونکہ اس نے جو کچھ کیا تقدیر کی وجہ سے کیا۔ ایسے لوگ کبھی اپنی بات پر قائم نہیں رہتے۔ اس گروہ کو اہل علم جبریہ کے نام سے جانتے ہیں۔

در حقیقت یہ لوگ حق وصداقت کو چھوڑنے کے لئے تقدیر کا سہارا لیتے ہیں۔ ورنہ اگر ان کا تقدیر پر ایمان ہی ہوتا تو جس ذات کریم اللہ نے تقدیر پر ایمان کا حکم دیا ہے اسی نے اطاعت کا حکم بھی دیا ہے اور گناہ کے کاموں سے روکا ہے۔ اگر تقدیر پر ایمان قانون شریعت سے ٹکراتا تو ایک ہی ذات اللہ کی طرف سے دونوں ہرگز نہیں آتا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ تقدیر سے ہے اس لئے کوئی گنہگار ملامت کا حقدار نہیں اور نہ ہی سزا کا حقدار ہے تو یہ لوگ اپنے مخالفین سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں اور موافقین سے محبت کیوں رکھتے ہیں کیونکہ ان کے موافق و مخالف دونوں ہی تقدیر کی بنا پر موافق یا مخالف ہیں۔

اگر تقدیر کے سامنے بندوں کو مجبور ماننے والے کو لایا جائے

اور پھر اس کی پٹائی کی جائے تو کیا وہ کہے گا کہ میری پٹائی کرنے والا معذور ہے کیونکہ اس کی تقدیر میں میری پٹائی کرنا لکھا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عقل مند ایسی بات ہر گز نہیں کرے گا۔

بندے کو تقدیر کے آگے مجبور و بے بس ماننا نہ شریعت کے اعتبار سے درست ہے اور نہ ہی عقل کے اعتبار سے۔

اگر کوئی شخص اللہ کے ساتھ شرک و کفر کرے اور اللہ کے رسول کو جھٹلائے اور کہے کہ مجھے تقدیر پر ایمان ہے تو کیا اس کی معافی ہو جائے گی اور وہ عذاب سے بچ جائے گا؟ ہر گز نہیں، ابلیس نے یہی تو کیا تھا۔ {قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (16) ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ} [الأعراف: 16- 17] [اس نے کہا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے

آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پایئے گا]۔

ابلیس آدم کا سجدہ نہ کر کے اللہ کے حکم کی تعمیل سے تکبر کر کے اپنے گناہ پر اڑ گیا اور تقدیر کا بہانہ کیا تو اس کا کفر اور بڑھ گیا اور اس کی سزا اور سخت ہو گئی۔

اور آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھا کے گناہ کر لیا تو تقدیر کا بہانہ نہیں بنایا بلکہ فوراً اللہ سے توبہ کی۔ {رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ} [الأعراف: 23] [اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے]۔

3) تقدیر کے معاملہ میں تیسری گمراہ جماعت وہ ہے جو اللہ سے دشمنی اور

بغاوت کا اعلان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ تو نے تقدیر بھی بنائی اور شریعت پہ عمل کا حکم بھی دیا یہ تو نے غلط کیا نعوذ باللہ۔ ایسے لوگ اللہ کے باغی اور دشمن ہیں۔

ایک باطل عقیدہ :

بعض باطل پرستوں کا یہ دعوی ہے کہ "جب آدمی کی نظر تقدیر پر ہوتی ہے تو شریعت کے احکامات اس سے ساقط ہو جاتے ہیں"۔

کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے اصحاب عظام کی نظر تقدیر پر نہیں ہوتی تھی؟ کبھی انھوں نے شریعت کی پابندی سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس روئے زمین پر اس سے بڑا کوئی کفر نہیں اور نہ اس سے بڑی کوئی جہالت کی بات ہے کیونکہ تقدیر یا تو سب کے لئے حجت ہے یا کسی کے لئے حجت نہیں، اگر سب کے لئے حجت ہے تو یہ دنیا ایک منٹ کے لئے بھی نہیں چل سکتی۔ نہ کوئی قانون چل سکتا ہے،

نہ کسی کو برا بھلا کہا جاسکتا ہے، نہ کسی کو سزا دی جاسکتی ہے۔

دین اسلام میں شریعت کا قانون ہے اور اس پر عمل کا حکم ہے۔ عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ کوئی قانون رہے جس سے نقصان دہ چیزوں سے روکا جائے اور مفید کاموں کا حکم دیا جائے۔

تقدیر کے معاملہ میں بہترین اور بدترین لوگ

تقدیر کے معاملہ میں سب سے بدترین لوگ وہ ہیں جو تقدیر کو اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دوسروں کے لئے دلیل نہیں سمجھتے، گناہوں کا مزہ لینے کے لئے تقدیر کو حجت بناتے ہیں اور مصیبتوں پر تقدیر کا سہارا لیکر صبر نہیں کرتے۔

تقدیر کے معاملہ میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو گناہوں پر استغفار کرتے ہیں اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام نے کیا۔ جب آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل کھالیا جس سے اللہ تعالی نے روکا تھا تو انھوں نے اللہ سے معافی مانگی اور جب اس کی

سزا میں اللہ نے جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا تو آپ نے صبر کیا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ رب کریم ہم سب کو اپنے فضل سے ہمیشہ اہل ایمان میں رکھے اور حالت ایمان ہی میں وفات ہو اور دنیا و آخرت ہر جگہ ایمان والوں کا ساتھ ہو۔

آمین یارب العالمین۔

مراجع ومصادر

1- القرآن الكريم وترجمة معانيه باللغة الأردية.
2- الجامع الصحيح للإمام البخاري
3- الجامع الصحيح للإمام مسلم
4- جامع الإمام الترمذي مع تخريج الشيخ الألباني
5- سنن أبي داود مع تخريج الشيخ الألباني
6- سنن النسائي مع تخريج الشيخ الألباني
7- سنن ابن ماجة مع تخريج الشيخ الألباني
8- صحيح الجامع الصغير للشيخ الألباني
9- سلسلة الأحاديث الصحيحة والضعيفة للشيخ الألباني
10- كتاب التوحيد للشيخ محمد بن عبد الوهاب وشروحاته
11- تقوية الإيمان للشيخ اسماعيل الدهلوي
12- رحمة للعالمين للقاضي محمد سليمان منصور فوري
13- أسمى المطالب في سيرة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه (شخصيته وعصره - دراسة شاملة) لمؤلفه: عَلي محمد محمد الصَّلاَّبي
14- الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر العسقلاني

فہرست مضامین

المحتويات	صفحہ	موضوعات
مقدمة	3	مقدمہ
قصة وفاة أبي طالب	5	ابو طالب کی وفات کا قصہ
أبو طالب من هو؟	9	ابو طالب کا مختصر تعارف
الصراع بين الحق والباطل	12	حق وباطل کی کشمکش
إن الله يهدي من يشاء	13	ہدایت کا مالک صرف اللہ ہے
مقصود الرسالة	23	مقصد رسالت
الدعوة لا تعرف اليأس	31	دعوت ایک جہد مسلسل
الدعوة على فراش الموت	32	دعوت بستر مرگ پر
باب الإسلام الشهادتان	34	کلمۂ شہادت اسلام کا دروازہ
إنما الأعمال بالخواتيم	34	خاتمہ پر دار مدار
وقت التوبة	36	توبہ کا وقت
ضرر جلساء السوء	36	برے ساتھیوں کا نقصان

رد على أهل البدع	39	اہل بدعت کی تردید
مقتضى كلمة التوحيد	44	کلمۂ توحید کا تقاضا
لا يكفي المعرفة القلبية	45	قلبی معرفت کافی نہیں
تحريم الاستغفار للمشركين	47	مشرکوں کے لئے استغفار کی ممانعت
ذم التقليد	48	تقلید کی مذمت
لا يفيد النسب من غير عمل	51	ایمان وعمل کے بغیر رشتے بیکار ہیں
أدعية لطلب الهداية	60	ہدایت طلبی کے لئے دعائیں
لا حجة في القدر لأهل المعصية	66	تقدیر معصیت کے لئے حجت نہیں
عقيدة باطلة	71	ایک باطل عقیدہ
أقسام الناس في القدر	72	تقدیر کے معاملہ میں بہترین اور بدترین لوگ
المراجع والمصادر	74	مراجع ومصادر